قسط ۲

علماء اصول کے نزدیک خبر مرسل کی اقسام اور ان کی شرعی حیثیت

ڈاکٹر محمد باقر خان خاکوانی لیکچرر، ادارہ علوم اسلامیہ و عربی جامعہ بہاء الدین زکریا، ملتان پاکستان

۳۔ حدیث کی روایت شہادت کے مانند ہے اور اگر شاہد کی عدالت کو چھپانا شہادت کو نامقبول بنا دیتا ہے تو حدیث میں بھی اسی اصول پر عمل ہوگا اور ایسا راوی جس کی عدالت کے بارے میں علم نہ ہو اس کی مرویات قبول نہیں ہوں گی۔ (۴۲)

۴۔ اگر مراسیل کو حجت مان لیا جائے تو راویوں کی عدالت کی تحقیق کرنا ایک بے معنی امر ہوگا۔

۵۔ اگر مراسیل کو کچھ علماء کے نقطۂ نظر کے مطابق حجت مان لیا جائے تو دورِ حاضر میں بھی اگر کوئی شخص یہ کہے کہ "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کذا" آپ نے یوں فرمایا اور راوی کا نام نہ لے تو اسے رد نہیں کیا جا سکتا اور وہ حدیث حجت تصور ہوگی۔

۶۔ خبر کی دو قسمیں ہیں، تواتر و آحاد اور اگر حدیث کو ارسال کرنے والا راوی یہ کہتا ہے کہ میں نے اس حدیث کو بے شمار راویوں سے سنا ہے تو اس کا یہ قول اس حدیث کو متواتر نہیں بنا دیتا بلکہ وہ خبر واحد ہی رہے گی۔ اور خبر واحد کے لئے ضروری ہے کہ وہ علماء اصول کے بیان کردہ شروط پر پوری اترے اور اگر وہ ان شروط کو پورا نہیں کرتی ہے تو ناقابل حجت ہے اور مرسل خبر واحد کی شرائط پوری ہی نہیں کرتی۔

۷۔ بسا اوقات اس امر کا امکان بھی ہوتا ہے کہ ایک راوی کچھ علماء کے نزدیک عادل اور بعض کے نزدیک غیر عادل ہوتا ہے اس صورت میں اگر ہم مرسل روایت کو قبول کریں تو یہ قبولیت

---

(۴۲) غزالی۔ المستصفی، جلد ۱، ص ۱۰۸۔

تقلید ہو گئی نہ کہ تحقیق۔ (۴۲)

۸ ۔ اور ہم مرسل روایت کو کیسے قبول کر سکتے ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ بے شمار آئمہ کرام نے ایسے لوگوں سے حدیثیں روایت کی ہیں جو کہ مجروح العدالۃ تھے مثلاً:

(الف) شعبی کہتے ہیں کہ مجھے حارث نے بتایا حالانکہ وہ بخدا جھوٹا تھا۔

(ب) اور شعبہ اور سفیان نے جابر الجعفی سے اس وقت روایت کیا ہے جب اس کا جھوٹ ظاہر ہو چکا تھا۔

(ج) امام ابو حنیفہ نے جابر الجعفی سے روایت بھی کی ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ میں نے جابر سے جھوٹا کسی کو نہیں دیکھا۔

(د) امام شافعی نے ابراہیم بن یحییٰ الاسلمی سے روایت کی ہے حالانکہ وہ قدریہ اور رافضیوں میں سے تھا اور اس نے جھوٹ کو اپنا وطیرہ بنا لیا تھا۔

(ہ) اور مالک بن انس نے عبدالکریم سے روایت کیا ہے جس کے بارے میں لوگوں نے اعتراضات کیے ہیں۔

(و) امام زہری سے کسی نے پوچھا کہ فلاں حدیث آپ نے کس سے سنی تو انہوں نے کہا کہ باب عبدالملک پر ایک آدمی اسے بیان کر رہا تھا۔ لہٰذا اس صورت میں عادل لوگوں کی مرسل روایتوں کی تحقیق بھی ضروری ہے۔

۹ ۔ شروع ہی سے علم حدیث کا یہ ایک امتیازی وصف رہا ہے کہ لوگ اسناد کو یاد رکھتے ہیں اور اس پر علماء کا اجماع ہے۔ اگر مراسیل کو حجت تسلیم کر لیا جائے تو لوگوں کا اسناد کو یاد کرنا ایک سعی لاحاصل ہو گا اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ اجماع ایک غیر مفید شئے پر ہوا ہے۔ (۴۴)

مندرجہ بالا دلائل کی بنا پر جمہور شافعیہ اور ظاہریہ کے نزدیک مراسیل ناقابل حجت ہیں۔ ان کے نزدیک تمام مراسیل روایات خواہ وہ تابعین و تبع تابعین کی ہوں یا بعد کے کسی عادل شخص کی ایک ہی

---

(۴۳) امام شافعی۔ کتاب الرسالۃ، تحقیق احمد شاکر، مصر، مکتبہ مصطفی البابی الحلبی ۱۳۵۸ھ، ص ۳۷۶۔

(۴۴) آمدی۔ الاحکام فی اصول الاحکام، ج ۲، ص ۱۸۳ نیز ملاحظہ فرمائیں غزالی، المستصفی، جلد ۱، ص ۱۰۹۔

حیثیت رکھتی ہیں اور وہ خبر مرسل کے معاملہ میں کسی طبقہ کو کسی طبقہ پر ترجیح دیتے ہیں اور نہ ہی خبر مرسل کو کسی طرح قابل حجت شمار کرتے ہیں۔ (۴۵)

فقہ شافعی کے معروف اصولی ابواسحاق شیرازی کی رائے میں بھی مراسیل صحابہ کے علاوہ دوسروں کے ہوں تو ان کا جائزہ لیا جائے گا اگر وہ سعید بن المسیب کے علاوہ کسی اور کے ہوں گے تو ان پر عمل نہیں کیا جائے گا، کیوں کہ خبر کی صحت کے لئے عدالت شرط ہے اور جس کا نام مرسل میں چھوڑ دیا گیا ہے ممکن ہے وہ عادل ہو یا عادل نہ ہو۔ لہٰذا وہ خبر قبول نہیں کی جائے گی جب تک کہ راوی کا حال معلوم نہ ہو۔

اور اگر وہ سعید بن المسیب کی مرسل روایات ہوں تو امام شافعی فرماتے ہیں کہ وہ صحیح ہیں اور ہمارے بعض علماء بھی یہی کہتے ہیں کیونکہ جب ان مراسیل کی تحقیق کی گئی تو تمام مسند نکلیں لیکن کچھ علماء یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کی حیثیت بھی عام مراسیل کی طرح ہے۔ امام شافعی نے انہیں اس لئے صحیح کہا کہ انہیں سعید بن المسیب سے انس تھا نہ کہ وہ حجت تھیں، اور اگر کوئی یہ کہے کہ مجھے ثقہ نے اور اس نے زہری سے سنا تو یہ بھی مرسل ہے کیونکہ ثقہ مجہول ہے گویا اس کا نام نہیں لیا گیا۔ (۴۶)

۲۔ امام شافعی کی رائے:

دوسری رائے امام شافعی کی ہے۔ ان کے نزدیک مرسل کچھ شرائط کے ساتھ حجت ہے، انہوں نے خبر مرسل کو قابل حجت بنانے کے لئے ایک درمیانی راہ نکالی ہے ان کے شرائط مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ حدیث مرسل اس وقت حجت ہوگی جب دوسرے ثقات حفاظ حدیث نے اپنی مستند روایات میں اسی مضمون کو اسی کے مانند روایت کیا ہو۔

۲۔ کوئی قول صحابی اس مرسل حدیث کے مطابق مروی ہو۔

۳۔ جب اس زمانہ کے اہل علم اس کے مطابق فتویٰ دیتے ہوں۔

---

(۴۵) شیرازی۔ اللمع فی اصول الفقہ، ص ۱۷۳۔ نیز ملاحظہ فرمائیں محمد بن الحسن بدخشی۔ شرح بدخشی، ج ۲، ص ۳۶۹۔ ماوردی۔ ادب القاضی، ج ۱ ص ۳۹۹۔ غزالی۔ المستصفی، ج ۱، ص ۱۰۸۔

(۴۶) شیرازی۔ کتاب اللمع۔ ص ۱۷۳۔

۴۔ ارسال کرنے والے راوی نے جس شخص سے روایت کیا ہے، وہ راوی جب کسی حدیث میں اپنے شیخ کا نام لیتا ہے تو کسی مجہول الحال یا غیر مقبول شخص کا نام تو نہیں لیتا ہے۔ اگر نہیں لیتا تو یہ اس امر پر دلالت ہے کہ اس کی روایت صحیح ہے۔ (۴۷)

۵۔ اس مرسل حدیث کو قرآن کی کسی آیت سے تقویت ملے۔

۶۔ اس کی تائید کوئی سنت مشہورہ کر رہی ہو۔

۷۔ اس کے ارسال میں دو معتبر عدول آدمی شریک ہوں بشرطیکہ دونوں کے شیوخ مختلف ہوں (۴۸)

امام شافعی نے مراسیل کو قبول کرنے کی اتنی سخت شرطیں رکھدی ہیں کہ ان شرائط پر بہت کم مرسل احادیث پوری اترتی ہیں۔ اس لئے امام شافعی کے بعد جتنے بھی شافعی اصولی آئے ان کا موقف مرسل کے بارے میں سخت سے سخت تر ہوتا گیا جو مرسل کے بارے میں پہلی رائے سے واضح ہے۔

۳۔ جمہور کی رائے:

تیسری رائے کے مطابق مراسیل تابعین حجت ہیں اور ان کا اعتبار ویسا ہی ہے جیسے کہ مراسیل صحابہ کا اور یہ رائے جمہور اصولین کی ہیں جن میں احناف، جمہور معتزلہ مالکیہ اور حنابلہ شامل ہیں۔ انکی رائے کے مطابق کسی حدیث کو ارسال کرنے والا اس وقت ارسال کرتا ہے جب اسے مروی عنہ کی عدالت کا یقین ہو۔ اس وجہ سے وہ حدیث قابل حجت ہے۔ اور جب عادل راوی مروی عنہ کا ذکر نہ کرے حالانکہ اسے یہ خبر ہے کہ اس کی حدیث پر شریعت کا دارو مدار ہے تو اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اسے مروی عنہ کی عدالت کا مکمل یقین ہے اور اس کا خاموش رہنا مروی عنہ کی عدالت کی خبر دیتا ہے۔ اور اگر وہ عادل راوی مروی عنہ کا ذکر کر کے اس کی عدالت کی شہادت دیتا تو جس طرح ہم اس کی شہادت کو مانتے اسی طرح ہم مروی عنہ کے بارے میں اس کے سکوت کو بھی مانتے ہیں۔ (۴۹)

---

(۴۷) امام شافعی ۔ کتاب الرسالہ، ص ۴۶۲ ۔

(۴۸) سبکی ۔ الابہاج فی شرح المنہاج، ج ۲، ص ۴۳ ۳، نیز ملاحظہ فرمائیں ابن نجار ۔ فتوحی شرح الکوکب المنیر، ج ۲، ص ۵۷۸ ۔ بدخشی ۔ شرح البدخشی، ج ۲، ص ۳۷۰ ۔

(۴۹) قرافی ۔ تنقیح الفصول، ص ۳۶۴ نیز ملاحظہ فرمائیں عبد الحق حقانی ۔ النامی شرح الحسامی ج ۱، ص ۱۳۶ ۔ ابوالحسین بصری ۔ المعتمد، ج ۲، ص ۱۴۲ ۔

اس لئے بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ مرسل، مسند سے قوی تر ہے کیونکہ مرسل میں ارسال کرنے والا ساقط راوی کی عدالت کا ذمہ دار بن کر اسے اللہ کے سپرد کر دیتا ہے لیکن جب وہ اسے مسند بتاتا ہے تو اس راوی کا معاملہ سامع کے سپرد کر دیتا ہے اور اس کا ذمہ نہیں لیتا اور اس حال میں مسند مرسل سے ضعیف تر ہے۔ (۵۰) مرسل خیر القرون کو حجت ماننے والوں نے اپنے دلائل اور مخالفین کے دلائل کا جواب درج ذیل طریقوں سے دیا ہے۔

۱۔ جس طرح سے جمہور علماء اصول اور اکثر شافعی علماء کا اس مسئلہ پر اتفاق ہے کہ مراسیل صحابہ حجت ہیں تو اسی اتفاق پر قیاس کرتے ہوئے جمہور علماء تابعین و تبع تابعین کی مرسل روایات کو بھی حجت تصور کرتے ہیں کیونکہ جس طرح صحابہ کی عدالت حدیث خیر القرون سے ثابت ہے اسی طرح تابعین و تبع تابعین کی عدالت بھی ثابت ہے اور اگر صحابہ کی مراسیل حجت ہیں تو ان کی بھی قابل حجت شمار ہوں گی۔

۲۔ جمہور علماء کبار تابعین کے اقوال سے بھی استدلال کرتے ہیں مثلاً حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ مجھے چار صحابہ جب کسی حدیث کو روایت کرتے ہوئے نظر آئیں تو میں پھر اس کو ارسال کرتا ہوں اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ جب میں کہوں کہ یہ خبر میں نے فلاں سے سنی تو وہ حدیث صرف اسی راوی کی ہوگی لیکن جب میں تمہیں کہوں کہ "قال رسول اللہ" تو اس حدیث کو میں نے ستر یا اس سے زیادہ راویوں سے سنا ہوتا ہے۔ اسی طرح ابن سیرین فرماتے ہیں کہ ہم حدیث کی سند اس وقت تک بیان نہیں کرتے جب تک کہ فتنہ کا ڈر نہ ہو اور نخعی فرماتے ہیں کہ جب میں کہوں میں نے فلاں اور اس نے فلاں سے سنا ہے تو صرف ایک کی روایت ہوتی ہے مگر جب میں یہ کہوں کہ قال رسول اللہ، تو یہ ایک سے زیادہ کی روایت ہوتی ہے۔ (۵۱)

---

(۵۰) قرافی ـ تنقیح الفصول، ص ۱۶۴۔

(۵۱) نسفی۔ کشف الاسرار المنار، ج ۲، ص ۱۳ نیز ملاحظہ فرمائیں ابوالولید باجی۔ احکام الفصول فی احکام الاصول، ص ۲۷۵۔ امیر بادشاہ، تیسیر التحریر، مصر۔ مکتبہ مصطفی البابی الحلبی، ۱۳۵۱ھ جلد ۳ ص ۱۰۳ نیز ملاحظہ فرمائیں۔ ابن قدامہ روضۃ الناظر، ص ۶۵۔

۳۔ جمہور کے نزدیک صحابہ کرام کی مراسیل قبول کرنے کی صرف یہی ایک وجہ نہیں کہ وہ عدول تھے بلکہ اس کی دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ اجماع صحابہ حجت ہے اور صحابہ کے اجماع کی طرح ہر دور کا اجماع بھی شریعت کے لحاظ سے حجت ہے اور جس طرح یہ بات ثابت ہے کہ صحابہ کا اپنے دور میں مرسل کی حجیت پر اجماع تھا تو اسی طرح ان کے بعد تابعین نے اس حجت کو بذریعہ اجماع برقرار رکھا لہٰذا اگر مراسیل صحابہ حجت ہیں تو مراسیل تابعین بھی حجت ہیں، اور دونوں ادوار میں خبر مرسل کی حجیت کی دلیل ان ادوار کے علمار کا اس کی قبولیت پر اجماع ہے۔

۴۔ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے آج تک یہ ایک روایت چلی آرہی ہے کہ علمار کرام خبر مرسل کے بارے میں کہتے ہیں (قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اور بے شمار کتب احادیث مرسل روایات سے بھری پڑی ہیں اور امت میں سے کسی نے بھی علمار کے اس عمل کی مخالفت نہیں کی اگر مرسل مردود ہوتی تو علمار کرام کو اس طرح روایت کرنے سے روک دیا جاتا لیکن آج تک یہ نہیں ہوا پس صدیوں سے علمار کا یہ تعامل مرسل کی حجیت پر اجماع ہے۔

۵۔ یہ علمار کرام کی عادت ہے کہ جب کوئی ثقہ اور عادل شخص انہیں راوی کی عدالت کے بارے میں بتائے تو وہ اس کی بات مان کر تحقیق کا راستہ چھوڑ دیتے ہیں لہٰذا خبر مرسل کے راویوں کی تحقیق میں بھی یہی طریقہ اپنایا جائے گا۔

۶۔ مخالفین کا یہ اعتراض کہ راوی کے اوصاف سے جہالت، حدیث کی حجیت ختم کر دیتی ہے صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ جب کوئی ثقہ مرسلاً روایت کرے گا اور تو اس نے لازماً راوی کے حال کی تحقیق کی ہوگی اور اس کی حدیث قبول نہ کرنا اس ثقہ پر غفلت کا الزام ہے۔ دوسری طرف اگر وہ ہمیں اس حدیث کی سند بتائے اور راوی کی عدالت کی تصدیق بھی کرے تو کیا یہ ممکن ہے کہ ہم اس کی تصدیق کو نہ مانیں۔ جب اس کی وہ تصدیق تقلیداً مانتے ہیں تو اس کے ارسال کو بھی ہمیں تقلیداً ماننا پڑیگا(۵۲)

۷۔ علمار کی خبر واحد کی اسناد اور اس کے راویوں کے حالات کی تحقیق سے یہ بات قطعاً ثابت نہیں

---

(۵۲) سمرقندی۔ میزان الاصول، ص ۴۳۸ نیز ملاحظہ فرمائیں عبدالحق حقانی۔ النامی شرح الحسامی، ج ۱، ص ۱۳۷۔ امیر بادشاہ تیسیر التحریر، ج ۳، ص ۱۰۴۔

ہوتی کہ خبر واحد حجت نہیں بلکہ ان کی اس امر میں مشغولیت کا مقصد خبر واحد کو مختلف ذرائع سے سننا ہوتا ہے۔ اور جس طرح خبر واحد کی صحت کو جانچنے کا ایک ذریعہ اس کی سند اور اس کے راویوں کے حالات کی پڑتال ہے اسی طرح دوسرا ذریعہ ارسال ہے۔ اس لئے خبر مرسل کو قابل حجت مان لینے سے خبر واحد کی صحت کو پہلے طریقہ سے جانچنے کی نفی ہوتی ہے اور نہ ہی اس کی ضرورت ختم ہوتی ہے۔

۸۔ خبر مرسل کی عدم حجیت کے قائلین کا ائمہ کرام پر ضعیف اور جھوٹے راویوں سے روایت کرنے کا اعتراض اس وجہ سے لغو ہے کہ تمام ائمہ نے ان راویوں سے روایت کرنے کے بعد راویوں کے کردار سے بھی آگاہ کر دیا ہے۔ ہاں اگر وہ ائمہ راویوں کے حالات سے آگاہ نہ کرتے تو ان کی مراسیل پر اعتراض کیا جا سکتا تھا لیکن ہم ان سے اس امر کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔

۹۔ امام شافعی کی بیان کردہ شرائط کے بارے میں جمہور کی رائے یہ ہے کہ یہ بات عقلاً بھی محال ہے کہ دو غیر مقبول روایتیں مل کر مقبول روایت بن جائیں۔ جب ان کے نزدیک مرسل فی نفسہٖ مردود ہے تو دو راویوں کی مرسل روایات مل کر کیسے مقبول بن جائیں گی مزید یہ کہ امام شافعی کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ مرسل روایات کو نہیں مانتے تھے ان پر الزام ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ مرسل روایات کو قابل حجت سمجھتے تھے۔ (۵۳)

ان دلائل کے علاوہ ابن جریر طبری ذکر کرتے ہیں کہ تمام تابعین کا مراسیل کی قبولیت پر اجماع تھا اور دوسری صدی ہجری کے آخر تک کوئی بھی ان کا انکار نہیں کرتا تھا۔ (۵۴)

---

(۵۳) فخر الاسلام بزدوی۔ اصول البزدوی، محولہ بالا ایڈیشن، ص ۱۷۳ نیز ملاحظہ فرمائیں عبدالعزیز بخاری۔ کشف الاسرار، محولہ بالا ایڈیشن، ج ۳، ص ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷۔ سرخسی۔ اصول السرخسی۔ محولہ بالا ایڈیشن، ج ۱، ص ۳۶۱۔ شریف تلمسانی۔ مفتاح الوصول، محولہ بالا ایڈیشن ص ۲۵۔ ابن لحام المختصر فی اصول الفقہ، محولہ بالا ایڈیشن، ص ۹۷۔ ابوالحسین بصری۔ المعتمد فی اصول الفقہ، بیروت، دار الکتب العلمیہ۔ ۱۴۰۳ھ ج ۲، ص ۱۵۱۔

(۵۴) ابن نجار فتوحی۔ شرح الکوکب المنیر، ص ۵۷۷ نیز ملاحظہ فرمائیں ابن قدامہ۔ روضۃ الناظر محولہ بالا ایڈیشن، ص ۶۴، ۶۵۔

اسی طرح ابوالولید الباجی کی رائے میں مراسیل کی حجیت کا انکار ایک بدعت ہے جو دو صدیوں کے بعد شروع ہوئی اور اس سے قبل ائمہ کی مراسیل بغیر کسی اعتراض کے قبول کی جاتی تھیں۔ (۵۵)

ان تینوں آراء کو سامنے رکھ کر اور ان کی دلیلوں کو مطالعہ کرنے سے جو رائے سب سے قوی نظر آتی ہے وہ پہلی رائے یعنی مرسل کا حجت نہ ہونا ہے لیکن اس کے قبول کرنے سے دین میں کافی جرح واقع ہوتا ہے اور اجماع تابعین اور تعامل علماء کی نفی ہوتی ہے لہٰذا دین کے عمومی مزاج اور مذکورہ بالا دلائل کے پیش نظر جمہور کی رائے اقرب الی الحق اور قرین قیاس ہے۔ اگر یہ رائے نہ مانی جائے تو دین کے بے شمار احکام کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے۔ جو ان ائمہ تابعین سے ثابت ہیں اور دور حاضر میں ان پر عمل ہو رہا ہے۔ جیسا تیسری رائے سے ظاہر ہے۔ (جاری ہے)

---

(۵۵) ابوالولید باجی۔ احکام الفصول فی احکام الاصول، ص ۲۷۵۔

ماہ جنوری کے "ذہن کی ورزش انعامی مقابلہ ۳" کا حل

۱: حضرت حارث بن عمیرؓ۔ ۲: بالترتیب آنحضرتؐ، ابوطالب اور آپ کی والدہ فاطمہ بنت اسد نے۔ ۳: ابن ماجد۔ یہ تاریخی سفر ہندوستان کا تھا جو ابن ماجد نے واسکوڈی گاما کی رہنمائی کے لیے کیا تھا۔ ۴: سراج الاخبار ۵: دونوں لفظ مذکر ہیں استحصال: حاصل کرنا یا حصول کی خواہش اور استیصال: جڑ سے اکھاڑ دینا، ختم کر دینا۔ ۶: موارد الکلام۔ ۷: ابوہالہ اور عتیق۔ ۸: امام شاملؒ ۹: سید سلیمان ندوی۔ ۱۰: سیرت فریدیہ۔ یہ انکے نانا کی سوانح ہے جو اب نایاب ہے۔

یہ ہیں ان حضرات کے نام جنھوں نے ہمیں درست جواب بھیجے:

محمد طاہر اللہ، مالیگاؤں۔ عامر رفیق، مرادآباد۔ خورشید حسن۔ خالد محمود، بنگلور۔ عنبرین گلزار علی، امروہہ۔ محمد خلیق احمد، کلکتہ۔ ظفر اللہ صدیقی، علی گڑھ۔ ڈاکٹر سید رضی الحسن، شاہین نگر۔ تنویر احمد، محمد بلال خواجہ، رامپور۔ عمران احمد، نئی دہلی۔

اعلان: قرعہ اندازی سے انعام حاصل کرنیکے حقدار ڈاکٹر سید رضی الحسن قرار پائے۔